

جذبہ

05-12-2017



فہرست

ایئر ٹینمنٹ

۱. تین دوست

۳. کاروباری راز

مشہور شخصیات

۴. انوکھی سزا

میں آتا مجھے نہیں گرا سکتے تھے۔“

”میں بے کار میں نہیں ڈر رہا ہوں۔ بل کہ صحیح معنوں میں ڈر رہا ہوں۔“ چھدکو نے کہا اور پھر سرگوشی کے انداز میں چپیں چو کو بولنے لگا کہ: ”میں تو کہوں گا کہ اب تم بھی اُس کے ساتھ کھیلتا چھوڑ دو۔ نہیں تو وہ کسی دن تمہیں بھی ضرور دھوکا دے گا۔ اور تمہارے دونوں کان کاٹ کر کھاجائے گا یا تمہاری دم چبا جائے گا۔ وہ بہت دھوکے باز ہے۔“

”یہ سب سراسر غلط ہے۔“ چپیں چو بولی۔

”غلط بات نہیں ہے۔“ چھدکو نے بات کاٹی اور آگے بولا: ”کیا بلی اور کتے کی کبھی دوستی رہ سکتی ہے۔ بلی کتے کو دیکھ کر ہمیشہ ڈرتی رہی ہے۔ کوئی وجہ ہوگی تب ہی تو بلی کتے سے ڈرتی ہے۔ میں نے تمہاری بھلائی کے لیے یہ نصیحت کی ہے اب تمہاری مرضی تمہیں اس کے ساتھ کھیلتا ہے کیلو یا مت کیلو۔ لیکن یاد رکھنا وہ ضرور کسی دن تمہیں دھوکا دے گا۔“ چھدکو نے پھر سے یہ بات دہرائی کہ: ”وہ تمہارے دونوں کان کاٹ کر کھاجائے گا یا تمہاری دم چبا جائے گا۔ وہ بہت دھوکے باز ہے۔“



”یہ بات تو ٹھیک ہے کہ بلی اور کتے کی کبھی نہیں صحبتی لیکن یہ سب کے ساتھ ٹھیک نہیں ہے، ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست ہیں۔“ چپیں چو نے چھدکو سے کہا۔

”اچھا! دوسری مثال بھی سنو۔“ چھدکو بولا: ”شیر اور ہرن میں کبھی دوستی نہیں سنی گئی۔ جب بھی شیر ہرن کو دیکھتا ہے، وہ اس کو مارنے دوڑتا ہے۔ اگر پکڑ لیتا ہے تو وہ ہرن کو مار ہی ڈالتا ہے۔ اس لیے شیر ہرن کو دیکھ کر بھاگتی ہے۔ اسی طرح بلی اور کتے کا معاملہ ہے۔“

”میں تمہاری اس بات سے اختلاف نہیں کرتی۔“ چپیں چو نے کہا اور بولی: ”بل کہ میں ایک مثال اور دیتی ہوں، وہ بھی کسی دوسرے کی نہیں خود اپنی یعنی بلی اور چوہے کی۔ بلی چوہے کی دشمن ہے، وہ جہاں کہیں چوہے کو دیکھتی ہے اس کو مار ڈالتی ہے۔ لیکن کہیں بلی اور چوہے کی دوستی ہوئی ہے؟ میری اور تو تو کی دوستی کی بات الگ ہے۔“

اس کے بعد تو تو کہیں سے گیند اٹھا لایا۔ دونوں کچھ دیر گیند سے کھیلتے رہے۔

شام ہو رہی تھی۔ تو تو بولا: ”چپیں چو! اب میں گھر جاؤں گا۔ آج تو کھیلتے کھیلتے تھک گیا ہوں۔ ماں انتظار کر رہی ہوگی۔ آج وہ کچھ دیر بعد مجھے کہیں گھمانے لے جائیں گی۔“

”تو جلدی جاؤ!“ چپیں چو بولی۔ ”میں بھی تھک گئی ہوں۔ لیکن کل مجھے ضرور بتانا کہ تم کہاں گھومنے گئے تھے۔“ وہ پھر بولی۔ ”کل میری ماں مجھے کچھ نئی چیز کھانے کو دینے والی ہیں مگر مجھے بتایا نہیں ہے۔ دیکھیں کیا دیتی ہیں؟“

تو تو اپنے گھر چل دیا اور چپیں چو اپنے گھر۔ دونوں کو الگ الگ سمت جانا تھا۔

جب چپیں چو اپنے گھر جارہی تھی۔ راستے میں چھدکو بندر ملا۔ وہ درخت کی ایک شاخ پر بیٹھا تھا۔ چپیں چو کو دیکھتے ہی شاخ پر سے بولا: ”کھو کھو... کھو کھو۔“

چپیں چو سمجھ گئی کہ یہ چھدکو بندر ہے۔

”ارے بھئی! کیا حال ہے؟ نیچے تو آؤ۔“ چپیں چو بولی۔ ”کچھ کہنا ہے کیا؟“

”کہنا تو ہے لیکن نہیں کہوں گا۔ آج کل تو تم تو تو کے ساتھ زیادہ کھیلتی ہو۔ میں تو درخت کی شاخ پر اکیلا بیٹھا رہتا ہوں، تم کو تو میرا خیال ہی نہیں رہتا۔“ چھدکو نے شکایت کی۔

”تو تم بھی کھیلا کرو ہمارے ساتھ، بڑے برگد کے پاس آجایا کرو۔ وہیں تو تو آتا ہے ہم تینوں مل جل کر کھیلا کریں گے۔“ چپیں چو نے دوستانہ انداز میں کہا۔

”ہااا... ہااا... ہااا...“ چھدکو زور سے ہنسا اور کہنے لگا: ”میں تو۔ تو تو کے ساتھ نہیں کھیلوں گا۔ نہ جانے کب وہ مجھے کاٹ لے؟ جب وہ جھوکتا ہے تو ایسا لگتا ہے جیسے بالوں گرج رہا ہو۔ مجھے تو اُس سے بہت ڈر لگتا ہے۔“

”تم بے کار میں تو تو سے ڈر رہے ہو۔“ چپیں چو بولی۔

تین دوست

مصنف: حاجی بصیر سراج

چپیں چو بلی اور تو تو کتا مل کر کھیل رہے تھے۔ چپیں چو نے تو تو کو دھکا مارا۔ تو تو گر پڑا۔ چپیں چو تالی بجانے لگی۔ ”گرا دیا، ... گرا دیا...“



تو تو اٹھ گیا۔ اس پر تھوڑی مٹی لگ گئی تھی۔ اس نے مٹی جھاڑی اور چپیں چو سے بولا: ”میں گراؤں تو کہنا مت کہ گرا دیا۔“ ایسا دھکا ماروں گا کہ تم لڑھکتی چلی جاؤ گی۔“

”تم گرا ہی نہیں سکتے۔“ چپیں چو ہنسنے لگی۔

”اچھا...“..... ”ہاں!“

”تو تیار ہو جاؤ۔“..... چپیں چو پہنچے گڑا کر کھڑی ہو گئی۔

تو تو جانتا تھا کہ چپیں چو پہنچے گڑا کر کھڑی ہو جائے گی اور وہ اسے گرانہیں پائے گا۔ پھر بھی وہ اس کے پاس آیا اور دھکا مارا۔ چپیں چو ذرا سی ڈمگ کر رہ گئی۔

تم میں تو بہت طاقت ہے۔ میں سچ سچ تم کو نہیں گرا پایا۔“ تو تو بولا۔

”میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا۔“ اتنا کہہ کر چپیں چو آرام سے کھڑی ہو گئی۔ تو تو ہوشیاری سے یہ سب دیکھ رہا تھا۔ وہ ذرا سا پیچھے ہٹا اور تیزی سے آکر ایک دھکا مارا۔ چپیں چو زور سے لڑھک کر زمین پر گر گئی۔ اب تالی بجانے کی جاری تو تو کی تھی وہ زور زور سے ہنسنے لگا۔

چپیں چو اور تو تو دونوں بہت کھلڑے تھے وہ دونوں اس وقت مذاق ہی تو کر رہے تھے۔ چپیں چو کھڑی ہو گئی۔ اس نے بھی اپنے جسم پر لگی دھول مٹی جھاڑی اور بولی: ”ایسا دھکا دینے سے کیا ہوتا ہے؟ ذرا پہلے ہی بول کر دیتے تو سمجھ

اب بھدکو خود ہی بولا: ”میں نے ایک دن چیں چو سے کہا تھا کہ تو تو تمہیں کسی دن دھوکا دے گا، اُس کا ساتھ چھوڑ دو۔“

تو تو ہنسا: ”بس اتنی سی بات، اس کے لیے معافی مت مانگو۔ تمہارے دل میں شک تھا سو وہ آج دور ہو گیا۔ ہم تینوں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔“

تو تو کتنے نے نے بھدکو بندر کا ہاتھ پکڑ لیا۔ بھدکو بندر کا ہاتھ چیں چو بلی نے پکڑ لیا اور تینوں کہتے جارہے تھے ہم تینوں دوست ہیں۔



دوسرے لڑکے نے کہا۔

اُن لڑکوں کی باتیں چیں چو نے بھی سنا اور تو تو نے بھی۔ تو تو بولا: ”چیں چو! تم نہیں رہو۔ میں اُن لڑکوں کے ساتھ ساتھ جاتا ہوں۔ یہ جیسے ہی غلیل چلانے جائیں گے۔ میں اتنی زور سے بھونکوں گا کہ یہ ڈر کر بھاگ جائیں گے۔ اپنی بھون بھون سے میں انھیں ایسا ڈراؤں گا کہ پھر کبھی بھی وہ اوھر آنے کی ہمت نہیں کریں گے۔“

”ٹھیک ہے، لیکن میں بھی اتنی ہوں۔ تم جا کر اُن لڑکوں کو ڈراؤ۔“ چیں چو نے کہا۔

لڑکے جلدی سے درخت کے پاس پہنچے۔ ایک لڑکے نے کہا: ”دیکھو میرا نشانہ کتنا صحیح ہے میں غلیل چلاؤں گا تو میرا ڈھیلا سیدھا بندر کے سر پر لگے گا۔“

تو تو کے قریب آکر چیں چو بھی کھڑی ہو گئی۔ بھدکو بندر درخت پر سے دیکھ رہا تھا کہ ایک لڑکا اس کو غلیل مارنے والا ہے۔ اُس نے سوچ لیا کہ جیسے ہی وہ لڑکا غلیل چلائے گا وہ چھلانگ لگا کر دوسری شاخ پر چلا جائے گا۔

لڑکے نے جیسے ہی غلیل سے نشانہ لگایا۔ تو تو نے ایسی زور سے بھون بھون بھونکا کہ وہ بُری طرح ڈر گئے اور غلیل وہیں پھینک کر نو دو گیارہ ہو گئے۔ بھدکو نے دیکھا کہ لڑکے ڈر کر وہاں سے بھاگ گئے اور اس نے یہ بھی دیکھا کہ ان کو تو تو نے ڈرا کر بھگایا ہے۔

اب بھدکو بڑا شرمندہ ہوا۔ کہیں ڈھیلا اسے لگ جاتا تو؟ تو تو نے شرارتی لڑکوں کو بھگا کر اُس پر کتنا بڑا احسان کیا ہے۔

بھدکو شاخ سے کود کر نیچے آیا اور تو تو سے بولا: ”بھیا! مجھے معاف کر دینا۔“

”کس بات کے لیے؟“ تو تو نے انھیں بن کر پوچھا۔ ”کیا چیں چو دیدی نے تمہیں کچھ نہیں بتایا؟“ بھدکو نے کہا۔

”نہیں مجھے تو کچھ نہیں معلوم۔“ تو تو بولا اور چیں چو سے پوچھا: ”کیا بات ہے چیں چو؟“

”کچھ نہیں کوئی بات نہیں ہے۔“ چیں چو بولی۔ وہ تو تو کو کچھ بتانا نہیں چاہتی تھی کہ کہیں بھدکو اور تو تو میں دراڑ پڑ جائے۔

”میں نے جو سمجھا وہ تمہیں بتا دیا۔“ بھدکو بولا۔ ”تم میری اچھی دوست ہو۔ اس لیے تم کو بتا دیا، نصیحت کر دی، اب تمہاری مرضی تم میری بات مانو یا نہ مانو، لیکن یاد رکھنا وہ ضرور کسی دن تمہیں دھوکا دے گا۔“ بھدکو نے پر سے یہ بات دہرائی کہ: ”وہ تمہارے دونوں کان کاٹ کر کھاجائے گا یا تمہاری دم چبا جائے گا۔ وہ بہت دھوکے باز ہے۔“

چیں چو کو بھدکو کی یہ باتیں اچھی نہیں لگیں۔ یہ تو کسی کی برائی بیان کرنا ہوا، غیبت کرنا ہوا۔ برائی اور غیبت تو دشمن کی بھی نہیں کرنی چاہیے۔ غیبت کرنا یا کسی کی دوستی کو توڑنا یا کسی میں جھگڑا لگوانا اچھی بات نہیں ہے بل کہ یہ تو سب سے بڑا دھوکا ہے۔ اُس نے یہ باتیں بھدکو سے نہ کہی بل کہ من ہی من میں سوچتے ہوئے چپ چاپ اپنے گھر کی طرف بڑھ گئی۔



چیں چو اور تو تو ہمیشہ کی طرح کھیلتے رہے، ہنستے بولتے، گاتے رہے۔ چیں چو روز بھدکو کو کھیلنے کے لیے بلاتی رہی لیکن وہ بار بار بلانے کے باوجود بھی کبھی ان کے ساتھ کھیلنے کے لیے نہیں آیا۔ وہ یہی کہتا رہا کہ تو تو اُسے کاٹ لے گا، وہ مجھے پسند نہیں ہے۔ بل کہ وہ چیں چو سے اکثر کہتا کہ: ”وہ کسی دن تمہیں دھوکا دے سکتا ہے وہ تمہارے دونوں کان کاٹ کر کھاجائے گا یا تمہاری دم چبا جائے گا۔ وہ بہت دھوکے باز ہے۔“

وقت گذرتا رہا کہ ایک دن جھاڑی کے قریب سے چند لڑکے جارہے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں غلیلیں تھیں، وہ صورت شکل سے ہی بڑے شرارتی لگ رہے تھے۔ چیں چو اور تو تو جہاں کھیل رہے تھے وہ لڑکے وہیں سے گذرے تھے۔ اُن میں سے ایک نے کہا: ”میرا نشانہ ایسا پکا ہے کہ جس کو غلیل ماروں وہ بچ ہی نہیں سکتا۔ میں اڑتے ہوئے پرندے کا بھی نشانہ لگا سکتا ہوں۔“

”تو چلیں بندر کو غلیل ماریں۔“ ایک لڑکے نے کہا۔ ”وہ دیکھو! بندر شاخ پر بیٹھا ہے۔“

”ہاں دیکھیں! کس کا نشانہ صحیح بیٹھا ہے؟“ ایک



کاروباری راز

مصنف: سفیان خان

اس دوکان سے مجھے میڈیسن خریدتے تیسرا روز تھا، اور میں میڈیکل سٹور والے کی خوش اخلاقی سے کافی متاثر بھی تھا، اسی وجہ سے میں بار بار اسی دوکان والے کے پاس جا رہا تھا۔ ہسپتال میں موجود مریض جس کیلئے ادویات خریدی جا رہی تھیں اب تقریباً صحتیاب ہو رہا تھا۔



ڈاکٹرز نے جو ادویات لکھ کر دی تھیں، ان میں سے کچھ ادویات بچ گئیں تھیں جو کہ فل پیکیڈ اور قابل استعمال تھیں۔ میں نے سوچا یہ ادویات واپس کر دی جائیں۔ جب میں اس ارادے سے میڈیکل سٹور والے کے پاس پہنچا اور اسے ادویات کی واپسی کا بولا تو پہلے تو اس نے میری طرف عجیب نظروں سے دیکھا پھر ایسے رد عمل کا اظہار کیا جیسے میں نے اسے کوئی گالی نکل دی ہو۔ اس نے ادویات واپس لینے سے صاف انکار کر دیا۔ میں حیران رہ گیا کہ جس بندے کے پاس صرف اس کی خوش اخلاقی کی وجہ سے بار بار میں جا رہا تھا اب میرے ساتھ کس طرح کا حسن سلوک کر رہا ہے۔ خیر میں نے زیادہ اصرار کیا تو موصوف کہنے لگے کہ واپسی اس صورت میں ہوگی اگر آپ نقد رقم واپسی کی بجائے کوئی دوسری میڈیسن خریدیں۔ پھر مجبوراً مجھے متبادل کے طور دوسری ادویات خریدنی پڑی، لیکن واپسی پر میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ ہے تو وہ مسلمان اور باہر بورڈ میں نام میں بھی حاجی لکھا ہوا ہے۔ لیکن مسلمان دیتے وقت اور لیتے وقت اس کے رویے میں فرق کیوں تھا؟ اس رویہ کی وجہ سے میں نے آئندہ کبھی بھی اس سے کچھ نہ خریدنے کا تہیہ کر لیا۔ اس طرح کے واقعات ہو سکتا ہے آپ کے ساتھ بھی رونما ہوئے ہوں، لیکن اس واقعہ کے پیچھے ایک اہم کاروباری راز پوشیدہ ہے جس کو ہمارے بیشتر تاجر اور کاروباری حضرات جانتے ہی نہیں۔

آج کے زمانے میں خریدی ہوئی چیز واپس لے لینا۔ واقعتاً بڑے دل گردے کا کام ہے۔ یہ رویہ یا تو وہ اختیار کرے گا جو یا تو اس عمل پر اخروی ثواب کی امید رکھتا ہو۔ دوسرا وہ جو اس رویے کے در پردہ مالی فوائد کو سمجھ سکے۔ وال مارٹ والے ظاہر ہے گاہک سے چیز ثواب کی نیت سے واپس نہیں لیتے۔ یہ سب کچھ وہ دنیا کے مفادات کی خاطر انتہائی گہری تحقیق کے بعد کرتے ہیں۔ ظاہر ہے اتنی فراخ دلی جب دکھائی جائے گی تو کچھ لوگ اسے غلط ضرور استعمال کریں گے۔ انہوں نے اس بات پر بھی غور کر رکھا ہے۔ چنانچہ کمرس کے بعد وال مارٹ کے باہر ایک طویل قطار سلمان واپس کرنے والوں کی لگتی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو کمرس کے لیے جوتے، کپڑے اور ٹائی وغیرہ لے جاتے ہیں اور چند دن استعمال کر کے اس پیشکش کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے واپس کر دیتے ہیں۔ لیکن وال مارٹ میں اسے بھی واپس لے لیا جاتا ہے۔ کیوں؟ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے اندازے کے مطابق اس قسم کے لوگ معاشرے میں 3 یا 4 فیصد سے زیادہ نہیں ہوتے۔ اب اگر ان سے پوچھ گچھ کریں گے تو ہمارے 96 فیصد گاہک متاثر ہوں گے۔ لہذا ہم یہ دھوکا کھانے کے لیے تیار ہیں۔ دیکھیے! ہم جس چیز کو مشکل سمجھ رہے ہیں، وہ مغرب میں "کاروباری راز" کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔ پاکستان کے بازاروں میں ایسا کیوں نہیں۔ غالباً اس کی وجہ دینی معلومات کی کمی یا دنیاوی فوائد کے لیے سنجیدہ ریسرچ سے گریز ہے۔ یہ بات ٹھیک ہے کہ ہمارے ہاں بدعنوانی زیادہ ہونے کی وجہ سے وال مارٹ کی طرح آفر نہیں دی جاسکتی لیکن ضروری تحفظات کے ساتھ اس پر عمل تو ہو سکتا ہے۔ اگر ہم اس "کاروباری راز" پر سنت نبوی ﷺ سمجھ کر ہی عمل کرنا شروع کر دیں تو یقیناً ثواب کے ساتھ ساتھ کاروبار کو بھی بڑی تیزی سے بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس بارے میں سوچیے گا ضرور!

اسلامی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو خرید و فروخت کے معاملہ کو ختم کرنے کو شریعت میں "اقالہ" کہتے ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ خریدار خریدی ہوئی چیز دوکان دار کو واپس کر دے اور کاندھ خریدار کی اداکردہ رقم واپس کر دے۔ آپ ﷺ کا قول ہے "جس نے کسی خریدے ہوئے سلمان کو (بلا بحث و مباحثہ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے) واپس لے لیا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے گناہ مٹا دیں گے۔" مگر ہم لوگ مسلمان ہونے کے باوجود اس پر عمل نہیں کر پارہے، اور غیر مسلموں نے اس پر عمل کر کے اس اہم "کاروباری راز" کو پا لیا ہے۔ ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں جسے سن کر مجھے لگا جیسے میں کوئی خیر القرون کا قصہ سن رہا ہوں۔ پاکستان میں اکاؤنٹنگ اینڈ فنانس کے ایک صاحب ہیں اپنے ساتھ امریکہ میں پیش آیا واقعہ بتاتے ہیں کہ کپڑا خریدے دو ماہ ہو چکے تھے۔ بیگم نے کھول کر دیکھا تو اسے اپنے معیار کا نہ پایا۔ کہنے لگیں یہ واپس کر آئیں۔ میں نے کہا بھئی دو ماہ ہو چکے۔ اب واپس نہیں ہوگا۔ بیگم صاحبہ نے اپنی اٹلی جنس رپورٹ کا حوالہ دیتے ہوئے یقین سے کہا یہاں واپس ہو جاتا ہے۔ میں نے ہتھیار ڈالنے ہوئے کہا اچھا چلو رسید دے دو، میں سوچتا ہوں۔ اہلیہ نے حیرت کا دوسرا جھٹکا دیتے ہوئے کہا رسید بھی گم ہوگئی، لیکن واپس ہو جائے گا۔ میرے لیے یہ بیگم کا نکتہء نظر قابل قبول نہیں تھا۔ میں نے تو پاکستان کی دکانوں پر لکھا دیکھا ہے، خریدی ہوئی چیز واپس یا تبدیل نہیں ہوگی۔ مجھے تو چند منٹ بعد واپس کرنے پر بھی کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں آ رہا تھا کہ دکان دار نے اسی خوش دلی سے چیز واپس لے لی ہو، جس خوش دلی کا مظاہرہ وہ بیچنے کے موقع پر کر رہا تھا۔ خیر! میں نے کہا کہ یہ کام تم ہی کر کے دکھاؤ۔ ہم دونوں وال مارٹ پہنچ گئے۔ کاؤنٹر پر موجود خاتون نے پہلے رسید مانگی۔ پھر مختلف زبانی معلومات کے ذریعے کمپیوٹر سے اس خرید و فروخت کا پتہ لگایا اور مسکراتے ہوئے کہا: "بی ہاں! آپ نے فلاں تاریخ کو یہ کپڑا ہمارے اسٹور سے خریدا تھا۔ آپ تبدیل کروانا چاہیں گے یا کیش؟" اکیش۔ میں نے جواب دیا۔ اس خاتون نے مسکراتے ہوئے پوری رقم واپس کر دی اور کہا "Nice Shopping"

انوکھی سزا

مصنف: اسد احمد

”حسن بیٹا، دوکان سے ایک کلو چینی جلدی سے لے آؤ،“ حسن کی امی نے حسن کو دیکھ کر بلند آواز سے کہا۔ حسن اس وقت کھیل کر گھر میں داخل ہو رہا تھا۔



”جی امی! ابھی جاتا ہوں“ حسن نے جواب دیا، اور گھر سے کچھ ہی دور موجود دوکان کی طرف چل پڑا، دوکان پر پہنچ کر حسن نے ایک کلو چینی کا آرڈر دیا۔

دوکاندار حسن کی بات سن کر مڑا اور دوکان کے اندرونی حصے کی طرف چینی لینے کے لئے چلا گیا، اسی دوران حسن کی نگاہ دوکان میں سامنے ریٹنگ پر رکھے ایک ڈبہ پر پڑی جو رنگ برنگے کیکوں سے بھرا پڑا تھا، حسن اس وقت بھوکا تھا، اسکے دل میں نہ جانے کیا خیال آیا اس نے دوکاندار کو اپنی طرف متوجہ نہ پا کر جلدی سے ایک کیک اٹھایا اور منہ میں ڈال کر لٹکے کی کوشش کرنے لگا، اسی دوران دوکاندار واپس آگیا، اور حسن کو چینی دی، حسن نے چینی لے کر رقم ادا کی، اور گھر کی طرف چل پڑا۔

حسن دل ہی دل میں بہت خوش تھا کہ دوکاندار اسکی چوری کو نہیں دیکھ سکا، اور کیک مفت میں اس نے کھا لیا، کیک کا ذائقہ حسن کو بہت اچھا لگا، لیکن اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جب سے اس نے کیک کھایا ہے اسکے گلے میں کوئی چیز پھنس سی گئی ہے۔

حسن گھر پہنچا، ماں کو چینی تھائی اور ایک کمرے میں موجود آئینے کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا، حسن نے اپنا منہ کھولا اور آئینے کی مدد سے گلے میں جھانکنے لگا، کہ وہ کون سی چیز ہے جو اس کے گلے میں پھنس گئی ہے، اور اب تو درد بھی ہونے لگا تھا۔ حسن زور لگا کر پورا منہ کھولنے کی ناکام کوشش کرتا رہا، مگر اسے کوئی چیز نظر نہیں آئی۔

ابھی حسن آئینے کے سامنے کھڑے منہ کھولے دیکھ ہی رہا تھا کہ اچانک حسن کی امی کمرے میں داخل ہوئیں اور حسن کو یوں منہ کھولے آئینے کے سامنے کھڑا دیکھ کر حیران ہوئیں، اور پوچھا، حسن بیٹا اس طرح منہ کھولے آئینے کے سامنے کھڑے کیا دیکھ رہے ہو۔

حسن اپنی امی کو سامنے دیکھ کر گھبرا گیا، اور بولا، نہیں امی، بس ویسے ہی کھڑا ہوں۔

ابھی حسن نے بس اتنا ہی کہا تھا کہ اس کے گلے میں ایسا شدید درد ہوا جیسے اسکے گلے کو کسی نے تیز دھار آلے سے کاٹ دیا ہو، حسن وہیں زمین پر لوٹ پوٹ ہو گیا۔

حسن کی امی یہ دیکھ کر گھبرا گئیں کہ اچانک میرے بیٹے کو کیا ہو گیا ہے؟ حسن کی امی نے جلدی سے حسن کو سیدھا کر کے بستر پر لٹایا اور پوچھا کہ کیا ہوا ہے بیٹا؟

حسن مسلسل چیخے، چلائے جا رہا تھا، اس کے گلے سے عجیب و غریب آوازیں نکل رہی تھیں، اسکے منہ سے ہلکا سا خون بھی باہر نکل رہا تھا اب حسن کو یقین ہو گیا تھا کہ اسکے گلے میں کوئی چیز موجود ہے جسکی وجہ سے اسکی یہ حالت ہو گئی ہے۔ حسن کی امی یہ سب دیکھ کر شپٹا گئیں اور زور زور سے سب گھر والوں کو آوازیں دینے لگیں، حسن کے ابو، دادا، دادی، بہن، بھائی سب دوڑے چلے آئے، اور حسن کی حالت دیکھ کر سب گھبرا گئے۔

حسن کے دادا نے جلدی سے پانی منگوا یا اور حسن کو بہت سا پانی پلایا لیکن کچھ افادہ نہ ہوا۔ حسن کا درد اور ٹھیں ویسی ہی رہیں، اس کی حالت غیر ہو رہی تھی، وہ دل ہی دل میں اس وقت کو کوس رہا تھا، جب اس نے چوری چھپے وہ کیک کھایا تھا۔

حسن کی دادی اماں نے ایک روٹی کا ٹکڑا منگوا یا اور حسن کے منہ میں ڈال دیا، حسن نے اس روٹی کے ٹکڑے کو باہر اگل دیا، اس سے کچھ نہیں کھایا جا رہا تھا۔

تب حسن کے ابو نے سختی سے پوچھا کہ حسن سچ بتاؤ کیا کھایا تھا جس کی وجہ سے یہ حالت ہو رہی ہے، حسن نے جب یہ دیکھا کہ اب بتانے کے سوا کوئی چارہ نہیں، تو اس نے روتے ہوئے شرمندہ لہجے میں سب کو بتادیا کہ اس نے دوکاندار کی نظروں سے بچ کر ایک کیک کھایا تھا تب سے اس کے گلے میں کوئی چیز پھنس گئی ہے۔

حسن کے ابو نے ایک خشک روٹی کا بڑا سا ٹکڑا منگوا یا اور حسن کو اسکے لٹکے کا حکم دیا، حسن نے بہت انکار کیا، مگر اس کی ایک نہ چلی، مجبوراً اس نے وہ ٹکڑا منہ میں رکھا اور اسے لٹکے کی کوشش کرنے لگا، حسن کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا، وہ برے برے منہ بنا رہا تھا، اور دل میں اپنے آپ پر لعن طعن کر رہا تھا کہ کاش وہ کیک کھانے کی غلطی نہ کرتا۔



حسن مسلسل اس خشک روٹی کے ٹکڑے کو لٹکے کی کوشش کرتا رہا تھا، کہ اچانک اسے زوردار ایکاٹی آئی اور

مسلسل تے شروع ہو گئیں، جیسے ہی تے رکی، حسن کو گلے میں کچھ سکون محسوس ہوا، اسے محسوس ہو رہا تھا کہ اب اسکے گلے میں کوئی چیز نہیں ہے، اب اسے درد بہت کم محسوس ہو رہا تھا۔ حسن کے ابو اب اس تے کو دیکھ رہے تھے کہ آخر کیا چیز حسن کے گلے میں پھنس گئی تھی، اسی کے کاٹنے کی وجہ سے حسن کی حالت غیر ہو گئی تھی، چپوٹے کا پچھلا حصہ ہے اور یہی چپوٹا حسن کے گلے میں پھنس گیا تھا، اسی کے کاٹنے کی وجہ سے حسن کی حالت غیر ہو گئی تھی، چپوٹے دیکھ کر اب سب کو یہ بات سمجھ آ گئی تھی کہ جب حسن نے جلدی سے کیک اٹھا کر منہ میں ڈالا تھا، تو اس وقت وہ چپوٹا اس کیک پر بیٹھا تھا، وہ بھی کیک کے ساتھ حسن کے منہ میں چلا گیا، لیکن پیٹ میں جانے کی بجائے حلق میں پھنس کر رہ گیا، اور باہر نکلنے کی مسلسل کوشش کرنے کی وجہ سے حسن کو یہ سب کچھ چھیلنا پڑا۔ حسن کو اس کے کیے کی سزا مل چکی تھی۔ وہ سب گھر والوں کے سامنے ندام کھڑا تھا۔ حسن کے ابو نے حسن کو گلے سے لگا لیا اور معاف کر دیا۔ اور وعدہ لیا کہ آئندہ حسن کبھی ایسی حرکت نہیں کرے گا۔

اگلے دن جب حسن کی حالت کچھ سنبھل گئی تو حسن کی امی نے حسن کو پانچ روپے دیے اور کہا کہ جاؤ بیٹا یہ پیسے دوکاندار کو دے آؤ۔ یہ اس کیک کے پیسے ہیں جو تم نے کل کھایا تھا، حسن اسی دوکان پر چلا گیا اور دوکاندار سے کہا کہ معذرت انکل، کل آپکی دوکان سے میں نے غلطی سے کیک کھایا تھا اور پھر حسن نے جیب سے پیسے نکالے اور دوکاندار کی طرف بڑھا دیئے۔ دوکاندار حسن کی اس ایمانداری کو دیکھ کر بہت خوش ہوا اور سامنے پڑے ہوئے اسی کل والے کیک کی طرح ایک اور کیک نکال کر حسن کی طرف بڑھا دیا اور کہا کہ کیک لے لو بیٹا، یہ میری طرف سے اس ایمانداری کا انعام سمجھ کر کھا لو، حسن نے جیسے ہی کیک دیکھا اسے کل خود کے ساتھ بیٹا ماجرا یاد آگیا، اسے یوں محسوس ہوا جیسے اسکے گلے میں پھر سے کوئی چیز پھنس گئی ہو حسن فوراً گھر کی طرف بھاگ کھڑا ہوا۔ دوکاندار حسن کو یوں بھاگتا دیکھ کر حیران ہوا اور سوچنے لگا کہ کتنا پیارا اور نیک بچہ ہے، ایسا بچہ آجکل کہاں دیکھنے کو ملتا ہے۔ اب اسے کیا معلوم کہ حسن کے ساتھ یہ کیک کھانے کی وجہ سے کیا بنی۔ حسن نے گھر پہنچ کر اطمینان کا سانس لیا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ آئندہ وہ کبھی چوری نہیں کرے گا اور نہ ہی کبھی کیک کھائے گا۔ یوں حسن کی پہلی غلطی اس کی آخری غلطی بن گئی۔

